CS149

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پراویڈنٹ فنڈ سے متعلق ہماری رہنمائی فرمادیں۔

- پراویڈنٹ فنڈ کی ایک خاص صورت سے متعلق فتویٰ ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے جس میں ایک کمپنی کو پراویڈنٹ فنڈ کی رقوم کو ٹرسٹ کی تحویل میں دینے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ اس فتویٰ کا خلاصہ یہ تھا کہ بیان کردہ خاص صورت میں پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ ادا کرنا ملازمین پر لازم ہے۔
- میزان بینک میں بھی پراویڈنٹ فنڈ کے تحفظ اور قانونی تقاضوں کی تکمیل کیلئے پراویڈنٹ فنڈ ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے اور ماہ بماہ تمام ملازمین کی تنخواہوں سے ایک خطیر رقم اس فنڈ میں منتقل کر دی جاتی ہے۔ **(ٹرسٹ ڈیڈ منسلک ہے)**
- میزان بینک کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جب ملازم کا استقلال (Confirmation) کا وقت آتا ہے تو HR ڈیپارٹمنٹ میں ایک (Application for Membership & authorization to deduct provident fund from salary) کے عنوان سے ایک لیٹر جمع کرانا ہوتا ہے۔ **(لیٹر منسلک ہے)**
- ٹرسٹ کے قوانین بھی منسلک ہیں۔ ان قوانین کی رو سے کوئی ملازم اپنی ملازمت کے اختتام سے پہلے کسی صورت میں اس رقم کو استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی وصول کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی قسم کا تصرف ملازم کیلئے ممکن ہے۔
- HR کی پالیسی میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ملازم ایک سال ریگولر ملازمت کا مکمل نہ کرے تو اس کو صرف اپنی تنخواہ کا جمع شدہ فنڈ دیا جائے گا اور کمپنی کا ملایا گیا حصہ اس کو نہیں دیا جائے گا۔
- ہر ماہ پراویڈنٹ فنڈ ٹرسٹ کی تحویل میں ہر ملازم کی بنیادی تنخواہ (Basic Salary) کا دس فیصد جمع کرادیا جاتا ہے اور اتنی ہی رقم کمپنی (میزان بینک) اپنی طرف سے اس ٹرسٹ کی تحویل میں دے دیتی ہے۔ اور ایک وقت میں کروڑوں کی رقم اس ٹرسٹ کی تحویل میں رہتی ہے۔
- یہ بات متعین ہے کہ ٹرسٹ کی تحویل میں موجود رقم قانوناً بھی کمپنی کی ملکیت نہیں سمجھی جاتی۔ کمپنی اس ٹرسٹ میں موجود رقم کو کسی صورت میں اپنا اثاثہ تصور نہیں کر سکتی۔ نہ ہی اس رقم کو کمپنی اپنے استعمال میں لا سکتی ہے اور نہ ہی کسی کرائسس کی صورت میں اس رقم سے دیون ادا کیے جاسکتے ہیں، اور نہ ہی شئیر ہولڈرز کا اس رقم پر کسی قسم کا حق قائم ہو سکتا ہے۔

1. سوال یہ ہے کہ کیا اس ٹرسٹ میں موجود رقم کو ملازم کی ملکیت تصور کیا جائے گا اور اس بنیاد پر ملازم پر سالانہ اس رقم کی زکوۃ بھی لازم ہو گی یا نہیں؟
2. اگر یہ رقم ملازم کی ملکیت نہ تصور کی جائے تو اس رقم کا ادائیگی سے قبل شرعاً مالک کون ہے؟ اور اس کی زکوۃ کس کے ذمہ لازم ہے؟ کیا اس صورت میں ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ ایک خطیر رقم کی زکوۃ کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے فقراء کے ساتھ حق تلفی ہو رہی ہے؟

سائلین: ملازمین میزان بینک لمیٹڈ

محمد انور علام
(میزان بنک)
0334-0240376
0321-3089791

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۲۶۱/۴۲

Meezan Bank

The Trustees
Employees Provident Fund Trust
Meezan Bank Limited
Head Office
Karachi.

Dear Sir,

APPLICATION FOR MEMBERSHIP & AUTHORIZATION TO DEDUCT PROVIDENT FUND FROM SALARY

Kindly enroll me as a member of the Bank's Employees Provident Fund Scheme. I hereby authorize you to deduct Provident Fund from my salary with effect from the date of my confirmation of my employment with MBL.

Signature : ____________________
Name : ____________________
Grade : ____________________
Emp. ID : ____________________
Date : ____________________

Note: **Zakat Declaration should be attached, if you don't want deduction of Zakat on P.F. However no attachment of declaration would be assumed that you are agree for Zakat Deduction.**

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدا ومصليا

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اور ہماری جمع کردہ معلومات کے مطابق میزان بینک کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ادارے کے اپنے اکاؤنٹ کے بجائے الگ ٹرسٹ میں رکھی جاتی ہے اور یہ ٹرسٹ قانوناً مستقل مالی حیثیت کا مالک ہوتا ہے جسکی حیثیت مستقل شخصِ قانونی کی ہوتی ہے، یہ ادارے کا مملوک اور اسکا ذیلی شعبہ نہیں ہوتا۔ نیز اس ٹرسٹ کی تحویل میں دی گئی رقم کو ادارہ اپنی ملکیت تصور نہیں کرتا اور نہ ہی اس رقم سے اپنے کسی نقصان کی تلافی کرنے کا اسکو اختیار ہوتا ہے۔ ادارے کے مالکانِ حصص (شئیر ہولڈرز) کا بھی اس میں کوئی حق نہیں سمجھا جاتا اور اس فنڈ کی رقم میں کوئی نقصان ہو جائے تو یہ ملازمین کا نقصان ہی شمار ہوتا ہے۔

نیز ادارہ قانونی طور پر اپنے ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازمین کی درخواست پر ہی ٹرسٹ کی تحویل میں دینے کا پابند ہوتا ہے۔ ملازم سے درخواست فارم بعنوان:

(APPLICATION FOR MEMBERSHIP & AUTHORIZATION TO DEDUCT PROVIDENT FUND)

پُر کروایا جاتا ہے، جس میں ملازم ٹرسٹ کے منتظمین (Trustees) کو براہِ راست مخاطب کرکے انکو اختیارات سپرد کرتا ہے۔

لہٰذا اگر یہ معلومات درست ہوں اور واقعۃً ٹرسٹ علیحدہ مالی حیثیت کا حامل، مستقل شخصِ قانونی ہو، نیز ادارے نے ملازم کی درخواست کرنے (Application دینے) پر ہی اسکی رقم ٹرسٹ کی تحویل میں دی ہو، اس سے پوچھے بغیر اپنی طرف سے یہ رقم فنڈ کی تحویل میں نہ دی ہو تو اس صورت میں یہ ٹرسٹ ملازمین کا وکیل ونمائندہ سمجھا جائے گا اور ٹرسٹ کا قبضہ ملازمین کا قبضہ سمجھا جائے گا، لہٰذا ملازمین پر انکے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔

نعم قد يقال : لو سلمنا أن هذا المال ملك الموظفين لما وجبت الزكاة في هذه الصورة أيضا لأن شرط وجوب الزكاة هو أن يكون المال مملوكا ملكا تامّا أي يكون مملوكا يدا ورقبة وهذا المال وإن كان مملوكا للموظفين رقبة لكنه ليس في أيديهم بل ولا يستطيعون أن يتصرفوا فيه من غير إذن المؤسسة فصار كمال الضمار ومال الرهن والدين المجحود فإن كل هذا مملوك رقبة غير مملوك يدا ولهذا لا تجب الزكاة فيها !

قلنا : هناك فرق بين هذا وبين مال الضمار ومال الرهن والدين المجحود فإن الضمار هو ما لا يرجى حصوله وكذالك الدين المجحود لا يرجى حصوله (حتى لو كان حصوله مرجوا بأن يكون الدين على مقر مليئ أو على معسر أو تكون عند الدائن بينة قالوا إنه تجب الزكاة فيه) وحصول هذا مرجوّ بل متيقن فلا يكون في معنى الضمار والدين المجحود . وأما الرهن فإن هذا المال يفترق عن الرهن بأن الرهن يكون في ضمان المرتهن لا في ضمان الراهن ولهذا يقولون إنه في يد المرتهن لا في يد الراهن أما هذا المال فإنه لايكون في ضمان المؤسسة بل في ضمان الموظفين أنفسهم ونفع هذا المال وخسارته ترجعان إليهم ،

لأنه في يد وكيلهم ويد الوكيل كيد المؤكل فلا يصح قياسه على الرهن بل هومملوك للموظفين يدا ورقبة ولايصح أن يقال إن الموظفين لا يقدرون التصرف فيه بل هم قادرون عليه بأن يستقيلوا عن المؤسسة ويحصلوا عليه .

والحاصل أن هذا المال ليس في حكم مال الضمار لأن حصوله متيقن والموظفون قادرون على الانتفاع به وهوفي يد وكيلهم فهومملوك لهم يدا ورقبة . فتجب الزكاة فيه هذا ما سنح لنا والله تعالى أعلم .

فتح القدير للكمال ابن الهمام – (٢ / ١٦٦)

روى أبو عبيد القاسم بن سلام في كتاب الأموال: حدثنا يزيد بن هارون، حدثنا هشام بن حسان الحسن عن الحسن البصري قال: إذا حضر الوقت الذي يؤدي فيه الرجل زكاته أدى عن كل مال وعن كل دين إلا ما كان ضمارا لا يرجوه.

رد المحتار – (٢ / ٢٦٦)

قال في البحر: وهو في اللغة الغائب الذي لا يرجى، فإذا رجي ليس بضمار

بدائع الصنائع ، دارالكتب العلمية – (٢ / ٩)

وتفسير مال الضمار هو كل مال غير مقدور الانتفاع به مع قيام أصل الملك

هداية مع فتح القدير للكمال ابن الهمام – (٢ / ١٦٧)

ولو كان الدين على مقر مليء أو معسر تجب الزكاة لإمكان الوصول إليه ابتداء أو بواسطة التحصيل، وكذا لو كان على جاحد وعليه بينة أو علم به القاضي .

الفتاوى الهندية ، رشيدية – (٣ / ١٣)

والتصرف في الأثمان قبل القبض **والديون** استبدالا سوى الصرف والسلم جائز عندنا كذا في الذخيرة وذكر الطحاوي أنه لا يجوز التصرف في القرض قبل القبض قال القدوري في كتابه هذا سهو والصحيح أنه يجوز كذا في المحيط

البحر الرائق ، دارالكتاب الاسلامي – (٦ / ١٢٩)

قوله (وصح التصرف في الثمن قبل قبضه) ....وأشار المؤلف بالثمن إلى كل دين فيجوز التصرف في الديون كلها قبل قبضها من المهر، والإجارة، وضمان المتلفات سوى الصرف والسلم كما قدمناه، وأما التصرف في الموروث، والموصى به قبل القبض فقدمنا جوازه.

بدائع الصنائع ، دارالكتب العلمية – (٦ / ٨٣)

ومنها أن يكون رأس المال عينا لا دينا، فإن كان دينا فالمضاربة فاسدة، وعلى هذا يخرج ما إذا كان لرب المال على رجل دين، فقال له: اعمل بديني الذي في ذمتك

مضاربة بالنصف، إن المضاربة فاسدة بلا خلاف فإن اشترى هذا المضارب وباع، له ربحه وعليه وضيعته، والدين في ذمته بحال عند أبي حنيفة.

وعندهما ما اشترى وباع لرب المال، له ربحه وعليه وضيعته بناء على أن من وكل رجلا يشتري له بالدين الذي في ذمته لم يصح عند أبي حنيفة، حتى لو اشترى لا يبرأ عما في ذمته عنده.

وإذا لم يصح الأمر بالشراء بما في الذمة لم تصح إضافة المضاربة إلى ما في الذمة، وعندهما يصح التوكيل، ولكن لا تصح المضاربة؛ لأن الشراء يقع للموكل فتصير المضاربة بعد ذلك مضاربة بالعروض؛ لأنه يصير في التقدير كأنه وكله بشراء العروض، ثم دفعه إليه مضاربة فتصير مضاربة بالعروض فلا تصح.

ولو قال لرجل: اقبض مالي على فلان من الدين واعمل به مضاربة جاز؛ لأن المضاربة هنا أضيفت إلى المقبوض، فكان رأس المال عينا لا دينا.

الفتاوى الهندية ، رشيدية – (٤ / ٢٨٦)

(ومنها) أن يكون رأس المال عينا لا دينا فالمضاربة بالديون لا تجوز ....ولو كان الدين على ثالث فقال له اقبض مالي على فلان فاعمل به مضاربة جاز كذا في الكافي.

إذا كان لرجل على آخر ألف درهم دين فقال الآخر اقبض ديني من فلان واعمل به مضاربة فقبض بعضه وعمل فيه جاز .....في فتاوى رشيد الدين لو قال لمديونه ادفع الدين الذي لي عليك إلى فلان ليشتري فلان كذا ويبيع على أن ما يحصل من الربح بيننا نصفين فدفع صح ذلك مضاربة كذا في الفصول العمادية............

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ وسود کا مسئلہ (ص: ۲۴)

ضروری تنبیہ

اگر کوئی ملازم اپنی پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کو درخواست دے کر کسی بیمہ کمپنی میں منتقل کرادے یا یہ فنڈ ملازم کی رضامندی سے کسی مستقل کمیٹی کی تحویل میں دیدیا جائے جیسے کہ بعض غیر سرکاری کارخانوں میں ہوتا ہے تو ایسا ہے جیسے خود وصول کر کے بیمہ کمپنی یا کمیٹی کو دے، اسلئے اس رقم پر جو سود لگایا جائے وہ شرعاً سود ہی کے حکم میں ہے اور قطعاً حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں بیمہ کمپنی یا کمیٹی اس کی وکیل ہوجاتی ہے اور وکیل کا قبضہ شرعاً موکل کا قبضہ ہوتا ہے .....اور کسی کمیٹی یا ٹرسٹ وغیرہ کی تحویل میں دی ہوئی رقم امانت ہے، لہٰذا اسکی زکوٰۃ ادا کرنا اسی وقت فرض ہے، وصول پر موقوف نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان وھو سبحانہ وتعالیٰ أعلم بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۶۲/۱۸۶۱
۹/۵/۱۴۳۸ھ
۷/۲/۲۰۱۷ء

واللہ تعالیٰ أعلم
[signature]
محمد طلحہ ہاشم عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۷/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۸ھ
۴/فروری/۲۰۱۷ء

الجواب صحیح
[signature]
۸-۵-۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
[signature]
۷/۵/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۷-۵-۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
[signature]
۷/۵/۱۴۳۸ھ